عثمان غنی

ایم فل اسکالر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئج اسلام آباد

ڈاکٹر نعیم مظہر

ایسو سی ایٹ پروفیسر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئج اسلام آباد

"حجابِ بشریت" اور "گلِ صحرا" کا تجزیاتی مطالعہ

Mr. Usman Ghani

M.Phil Scholar, NUML, Islamabad

Dr. Naeem Mazhar

Associate Professor, NUML, Islamabad

An Analytical Study Of "Hijab-e-Bashriat" and "Gul-e-Sehra"

Hijab-e-Bashriat (Bodice of Anthropy) and Gul-e-Sehra (Desert Flora) are necter strike of Nazeer Ahmed Noon's Pen. Formar one is a successful toial to preseut life of Prophet in a novel way. In this the mentioned arthor , with great hardwork and dedication has proved by citing from the Noble Quran and Hadith that the Holy Prophet (PBUH) is a montage of Noor (light) from head to toe, but he was secct in covert of human. So that man could get helped to acheive his very same standard and proximity of God from a man similar in countanceas. This book "Hijab-e-Bashriat" (Bodice of Humanum) is a perfect uber of critical and research based formation of charachter. Gul-e-Sehra (Desert Flora) a later mentioned book-is a poetical book from which current issues mysticism, religion, materialistics love, spiritual love,moral,

political and association of literary persons reflect clearly both in Urdu and in Punjabi. Though Noon lives faraway from epicentres of literature such as Islamabad, Karachi, Lahore and Rawalpindi etc. Yet he is a stirdy literary figure from Hafiz Abad.

''حجابِ بشریت''اور''گلِ صحرا'' نذیر احمد نون کے قلم کا نچوڑ ہے۔اول الذکر کتاب سیرت رسول صلی اللہ ولیہ وسلم کو ایک نئے انداز میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش ہے۔جس میں مصنف موصوف نے بڑی محنت اور جانفشانی سے قرآن وحدیث کے حوالے دے دے کر ثابت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں مگر دنیا میں انھیں بشریت کے حجاب میں بھیجا گیا۔تاکہ بشر کو اس کے مقام اور وصل خدا کے حصول کے لیے اپنے ہی جیسے ظاہری شخص اور رہنما سے امداد حاصل ہو۔ یہ کتاب ''حجابِ بشریت'' تحقیقی وتنقیدی سیرت نگاری کا عمدہ نمونہ ہے۔مؤخر الذکر کتاب ''گلِ صحرا'' نون کی شاعری پر مبنی کتاب ہے جس میں اردو کے ساتھ ساتھ پنجابی میں بھی حالات حاضرہ،تصوف، مذہب،عشق مجازی،عشق حقیقی، اخلاقی، سیاسی اور دوسرے ادبی لوگوں سے بھی وابستگی کا تعلق جھلکتا ہے۔نونؔ اگرچہ ادبی مراکز لاہور،راولپنڈی،اسلام آباد اور کراچی سے دور ایک چھوٹے سے شہر حافظ آباد میں رہتا ہے مگر ادب اور ادبی لحاظ سے ایک تومند شخص ہے۔

زندگی کی گوناں گوں مصروفیات کی بدولت اور وقت کی بے رحم بے اعتنائی کی وجہ سے کئی پھول باغوں سے دور کھلے مگر کھل کے مسکرا نہ سکے اور اگر مسکرائے بھی تو ان کی مسکراہٹ کی چمک در و دیوار سے ہی سر پٹخ کر دوچار ہو گئی۔جس سے زیست اپنی ہی بل میں جوَن بدلنے سے پہلے ہی دم توڑ گئی۔اور پھول کی مہک جسے منظرِ عام پر آنا چاہیے تھا،وہ وہیں محصور رہ گئی اور وقت کی دھول نے اسے لائقِ التفات بھی نہ رہنے دیا۔مگر تحقیق کا کام ہی ایسے مہکتے اور مسکراتے ادبی فن کاروں اور فن پاروں کو منظرِ عام پر لانا ہے۔جس سے اردو ادب کا دامن بھی وسیع ہو اور ادب کی شناخت کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت بھی برقرار رہے۔ایسا ہی ایک ادبی فنکار اور ادب دوست شخص ادبی مرکز سے علیحدہ اور اک دور افتادہ علاقے میں بیٹھا تقریباً پچھلی پانچ دہائیوں سے مسلسل ادب پڑھ اور لکھ رہا ہے۔اور دوسروں کے منتشر خیالات کو سمیٹ کر اپنی ذات کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے خوش اسلوبی سے طبع آزمائی کر رہا ہے۔جس کے طفیل اردو ادب نثر وشعر کی دولت سے مالا مال ہوا۔طبیعت کی روانی کی وجہ سے پنجابی زبان وادب بھی اس راسخ الادب سے محروم نہ رہی۔میری مراد حافظ آباد کے ایک تنا آور علمی درخت اور ادبی وادب دوست نذیر احمد نونؔ ہے۔''حجابِ بشریت''اور''گلِ صحرا'' کے تجزیاتی مطالعے سے قبل ان کے مصنف کے بارے میں جان لینا چاہیے۔

نونؔ ضلع شیخوپورہ کے ایک غیر معروف گاؤں چک نمبر ۴۶ میں ۱۹۴۹ء کو پیدا ہوا۔نونؔ نے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہی حاصل کی، جب کہ میٹرک کا امتحان ڈی سی ہائی سکول مرید کے سے پاس کیا۔اس کے بعد ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مرکزِ علم وادب لاہور شہر میں آ گیا۔جہاں ایم اے او کالج میں داخل ہوا،جہاں علم کے سپوتوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور ان سے پڑھنے کا شرف بھی۔جن میں امجد اسلام امجد اور عطاالحق قاسمی کے نام سرِ فہرست ہیں۔نونؔ خود اپنے بارے میں لکھتا ہے:

''میرا نام نذیر احمد ہے ۱۹۴۹ء کو ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں چک نمبر ۴۶ میں پیدا ہوا۔ خاندانی لحاظ سے راجپوت نون ہوں، اسی نسبت سے نذیر احمد نوؔن لکھتا ہوں۔ میٹرک کا امتحان ڈی سی ہائی سکول مرید کے سے پاس کیا۔ بعد ازاں ایم اے او کالج لاہور میں داخل ہوا۔ اس وقت کالج کے پرنسپل جناب کرامت حسین جعفری صاحب تھے، جب کہ معزز اساتذہ میں جناب طفیل دارا صاحب، جناب امجد اسلام امجد صاحب اور عطاالحق قاسمی صاحب تھے۔'' (۱)

حافظ آباد کے ادبی حلقوں اور ادبی ورثے پہ چھپنے والی تحقیقی وتنقیدی کتاب (۲) میں بھی نوؔن کا تعارف کچھ یوں ہی ملتا ہے۔ نوؔن اس وقت زندگی کی ۶۷ بہاریں دیکھ چکا ہے۔ نہایت منکسر المزاج، عاجز، مہمان نواز اور وضع دار آدمی ہے۔ انٹرویو میں جب نوؔن سے پوچھا گیا کہ لکھنے کا شوق کب پیدا ہوا تو جواب دیا:

''کالج لائف میں ہمارے معزز استاد جناب طفیل دارا صاحب نے ہمیں کلاس میں غالبؔ کا ایک شعر دیا جس پر تمام طالب علموں کو اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرنے کو کہا۔ خوش قسمتی سے اس شعر پر سب سے اچھا تبصرہ میرا تھا، جس پر دارا صاحب نے خوش ہو کر مجھے ایک کتاب عنایت کی۔ اور ساری کلاس کے سامنے کھڑا کر کے میری تعریف کی۔ جس سے میرا حوصلہ بڑھا اور لکھنے کی طرف توجہ بھی مبذول ہوئی۔ وہ شعر تھا:

بلبل کے کاروبار پہ ، ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا '' (۳)

اس سے پتا چلتا ہے کہ نوؔن نے اپنے زمانہء طالب علمی سے ہی لکھنا شروع کر دیا تھا۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب کوئی شخص اتنے بڑے بڑے علمی وادبی لوگوں کے ساتھ رہا ہو اور پھر ان کے سایہء شفقت سے بھی محروم نہ رہا ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ شخص مستقبل میں ایک اچھا علمی وادبی دوست اور ادیب وشاعر نہ ہو۔ نوؔن نظم ونثر دونوں اصناف پر بھرپور قدرت رکھتا ہے۔ نوؔن نے قومی زبان کے علاوہ مادری زبان پنجابی میں بھی قادرالکلامی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ نوؔن شروع میں اردو زبان میں صرف نثر لکھا کرتا تھا اور شاعری فقط پنجابی زبان تک ہی محدود تھی۔ پنجابی شاعری سے اردو شاعری کی طرف ان کے استاد جناب جاوید حیاتؔ نے توجہ دلائی، جو بقول نوؔن حافظ آباد کے علامہ اقبال تھے اور تمام شاعروں اور نثر نگاروں کے استاد بھی۔ (۴)

نوؔن کے والد ایک صوفی منش انسان تھے جن کے پاس گھر میں تقریباً تمام پنجابی صوفی شعرا کی کتابیں موجود تھیں۔ جن کو پڑھ کے نوؔن کے شوق کو مہمیز ملی۔ اپنی پنجابی شاعری کی کتاب کے مُکھ بول (پیش لفظ) (۵) میں نوؔن نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ بچپن کے اسی شوق کا نتیجہ ہے کہ نوؔن ۶۷ سال کی عمر میں بھی تحقیق وتخلیق کے مراحل سے گزر کر آج بھی لکھنے اور پڑھنے میں مصروف ہے۔ نوؔن اگرچہ سرکاری ملازم رہا مگر اس نے تمام عمر قرطاس وقلم سے رابطہ استوار رکھا۔ اسی رابطے کی بدولت نوؔن کی اب تک تین کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ حجابِ بشریت (۲۰۰۵ء)
۲۔ پلکاں اُتے دیوے (۲۰۰۹ء)
۳۔ گلِ صحرا (۲۰۱۳ء)

اس کے علاوہ نوؔن نے مختلف سماجی، معاشرتی اور اخلاقی مسائل پر سیر حاصل مضمون لکھے ہیں جو ''مضامینِ نوؔن'' کے نام سے زیرِ طبع ہیں۔

اب ان کی دونوں اردو کی کتابوں کا مختصر جائزہ لیا جاتا ہے۔

حجابِ بشریت:

یہ کتاب سیرتِ رسول ﷺ کے موضوع پر لکھی گئی اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کی خوبی اسی کے نام میں مضمر ہے، اور نام سے ہی اس کا مفہوم و مقصد بخوبی سمجھ آتا ہے۔ اس کتاب میں حضور ﷺ کی ذات کے ایک پہلو کو نوؔن نے مقدور بھر تحقیق و جستجو کے بعد بیان کیا ہے۔ اور قرآن و حدیث سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ ﷺ کا سراپا اگرچہ بشر تھا مگر آپ ﷺ کی اصل نورانیت ہے۔ مگر اللہ نے آپ ﷺ کو دنیا میں ہادی بنا کر بھیجنے کے لیے بشریت کا لبادہ اُڑھا دیا۔

ایسے موضوع پر قلم اٹھانے کے لیے صرف اور صرف حُبِ رسول ﷺ درکار ہوتی ہے باقی التزامات بعد کی باتیں ہیں ۔ جو خود بخود پورے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ نوؔن کے ہاں بھی کچھ ایسے ہی جذبات کی فراوانی نے فرطِ عقیدت میں جوش کھایا اور ایسے موضوع پر قلم اٹھانے کا شرف بخشا۔ اس کا اظہار وہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

> ''جب تک شمع جلتی رہے گی پروانوں کو اس پر آنے اور جل مرنے سے کوئی روک نہیں سکتا۔ مخالفین کی تحریروں کے مطالعہ نے بطورِ خاص راقم کو کم علمی اور کم فہمی کے باوجود قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔'' (۶)

نوؔن نے اس کتاب کو لکھنے میں محبت و عقیدت کی بھٹی میں جلنے کے ساتھ ساتھ تحقیق و جستجو کے انگاروں پر چلنے کی بھی روایت کو قائم رکھا ہے، تاکہ کتاب کا معیار برقرار رہ سکے۔ جس سے تنقید نگاروں کو بھی سمجھنے میں آسانی رہے۔ ایک اچھے اسکالر کی طرح نوؔن نے بھی اپنی اس تحقیقی کتاب کے لیے چند سوالات پہلے ہی دن سے اپنے پیشِ نظر رکھے۔ اور انھی سوالات کے حل کو تلاش کر کے یہ کتاب مرتب کی گئی۔ نوؔن اس بارے میں یوں رقم طراز ہے:

> ''کتاب زیرِ نظر میں قرآنی آیات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بشریتِ انبیاء کیا ہے؟ قرآن کی زبان میں انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہنے والے کون تھے؟ جن آیات میں انبیاء کو بشر کہا کہہ کر پکارا گیا ان کا مفہوم کیا ہے؟ بشریتِ انبیاء سے کسی کو انکار نہیں مگر سوال یہ ہے کہ کیا وہ بھی ہماری ہی طرح کے بشر تھے ؟ اسی بات کو اپنی علمی استطاعت کے مطابق واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔'' (۷)

یہ کتاب چھے ابواب پر مشتمل ہے جو بالترتیب ''انبیاء سلف اور کفار'' ''عبد'' ''اولیاء اللہ'' ''افضل الانبیاء کون؟'' ''عظمتِ رسول ﷺ بحوالہ اسم گرامی'' اور ''حضور ﷺ تمام خلق کے رسول'' ہیں۔ پہلے باب میں؛ پہلے انبیاء اور کفار کے مابین تعلق کو ظاہر کرتے ہوئے حضور ﷺ کی آمد تک کی وجوہات بیان کی گئیں ہیں۔ ملکِ عرب کی اہمیت اور عربیوں کی خاصیت کو واضح کرنی کی کوشش کی گئی ہے۔ تاکہ پتا چل سکے کہ جس سرزمین میں سب سے عظیم شخص کی آمد ہونی تھی اس کے لیے ایسی ہی سرزمین کا انتخاب کیوں کیا گیا۔ دوسرے باب میں؛ لفظ عبد کی حقیقت قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے۔ اسی کے ذیل

میں فرشتے، جنات اور بشر کی اصلیت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ فوقیتِ آدم کی وضاحت کرنے کے لیے اولادِ آدم کی درجہ بندی بھی کی گئی ہے۔جس میں پیغمبر، متقی و مومن اور عام انسان میں فرق کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔جس سے نتیجہ کار نبی کی بشریت کی اصلیت کو دلیلوں سے سمجھایا گیا ہے۔تیسرے باب میں؛ اولیاء اللہ کی حیثیت، اہمیت اور خاصیت کو بیان کیا گیا ہے اور قرآن وحدیث سے ان کی درجہ بندی اور اقسام کو بھی واضح کیا گیا ہے۔چوتھے باب میں؛ اس باب میں قرآن وحدیث کی روشنی میں حضور ﷺ کی افضلیت کو ثابت کیا گیا ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ ان کی عظمت کی وجوہات کیا ہیں۔پانچویں باب میں؛ اس مختصر باب میں پہلے نبیوں کے ناموں کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کے القابات اور خطابات کی اہمیت اور خاصیت بیان کی گئی ہے۔چھٹے باب میں؛ اس باب میں حضور ﷺ کی رسالت و بعثت تمام مخلوقات کے لیے ہوئی، یہ قرآن وحدیث سے ثابت کیا گیا ہے۔کتاب کے آخر میں باعثِ برکت دعا والتجا بھی شامل کی گئی ہے۔اس کے علاوہ کتاب کے شروع میں فاضل مصنف نے اپنے قلم سے پیش لفظ وسپاس نامہ بعنوان ''تحدیثِ نعمت......جذباتِ تشکر'' کے لکھا ہے۔اس کے بعد پروفیسر محمد اکرم رضؔا کا مدلل وناقدانہ دیباچہ بعنوان ''تجلّی'' بھی موجود ہے۔جس میں پروفیسر موصوف نے اس کتاب کی اہمیت اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔دیباچے کے بعد کتاب کے آغاز سے قبل ہی مصنف موصوف نے خود ہی پوری کتاب کا خلاصہ اور اہمیت بغیر کسی عنوان کے لکھی ہے جو ۶ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ طرفین فلیپس پر محققین کی آراء بھی موجود ہیں۔جو کتاب کی اہمیت کو اور بھی واضح کرتی ہیں۔

گلِ صحرا:

یہ کتاب ۲۰۱۳ء میں چھپی۔جونؔو کی شاعری کی دوسری کتاب ہے اور مجموعی طور پر تیسری۔یہ کتاب اردو اور پنجابی دونوں زبانوں پر مشتمل ہے جن میں نعتیں، غزلیں، نظمیں اور قطعات شامل ہیں۔اس کتاب کے ۱۶۸ صفحات ہیں۔اس کتاب کا دیباچہ طاہر وزیرآبادی نے لکھا ہے اور پیش لفظ بعنوان ''اپنی بات'' نوؔن نے خود لکھا ہے۔اس کتاب کا آغاز بھی حمد باری تعالیٰ سے ہوتا ہے۔جس کے بعد اردو زبان میں لکھی ۱۱ نعتیں ہیں۔اس کے بعد مناجات کے عنوان سے ۹ نظمیں ہیں جن میں مناقب کے علاوہ قومی و بین الاقوامی مسائل کو منظوم انداز میں بیان کیا ہے۔اس کے بعد اردو غزلیات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔جن کی تعداد ۵۵ ہے اور ساتھ میں تین نظمیں بھی ملتی ہیں۔اردو حصہ کے آخر میں دو قطعات اور دو نظمیں اور بھی نظر آتی ہیں۔اس طرح اس کتاب میں نظموں کی مجموعی تعداد ۱۴ بنتی ہے۔حمد کا ایک شعر دیکھیے:

الٰہی بڑا ہی گنہگار ہوں میں
کرم کر کرم کا طلب گار ہوں میں

نعت کا شعر دیکھیے:

چل دیا سوئے مدینہ جب رخشِ خیال
تھا قیودِ فکر سے بھی ماورا رخشِ خیال

غزل کے دو اشعار دیکھیے:

خیرہ نہ کر سکیں جس کو خلعتِ رقیباں بھی
چرچا ہے شہر میں اب اس بینائی کا
لب و رخسار کی باتیں بہت کرنے لگا ہے
دلِ برباد مجھ کو اب کہیں رسوا نہ کر دے

نظم 'براختتامِ سال ۲۰۰۶ء' سے ایک شعر دیکھیے:

نیازی بھی ہیں روٹھے قاسمی بھی
جلا یارو ادب کا سائباں بھی

نونؔ کی اس کتاب میں پنجابی حصہ ''اپنا دیس اپنی بولی'' کے نام سے ہے۔اس حصے کا آغاز بھی حمد سے کیا ہے۔جس کے بعد ۹ نعتیں مادری زبان میں ملتی ہیں۔اس کے بعد ایک نظم 'دورِ یزید اور امام پاکؑ ' ہے۔جس میں یزید کے دورِ حکومت کی چند منظوم جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔اس کے بعد نونؔ نے اپنے پیر و مرشد کے حضور مدحت کے پھول بھی نچھاور کیے ہیں۔اس کے بعد نونؔ نے 'سی حرفی' لکھی۔جس کی بابت آگے تفصیلاً بات ہو گی۔اس کے بعد ۱۲ قطعات، ایک دوہڑہ اور دو رباعیاں ملتی ہیں۔ساتھ ہی چھے غزلیں اور ایک نظم بعنوان 'میرا پاکستان' اس کتاب کا حصہ ہے۔حمد کا ایک شعر دیکھیے:

واحد لا شریک سمجھ کے جو سر سجدے جس دھریا
تابع ہوئی خلقت ساری بیڑہ شور تے تریا

نعت کا شعر دیکھیے:

لفظ لفظ حقیقت آقا لفظ جھڑے توں بولے نیں
ڈونگھے راز حقیقت والے نال اشاریاں کھولے نیں

غزل کے دو اشعار دیکھیے:

انھیاں سوچاں گونگیاں فکراں ہمت نال جگائیاں نیں
یاد تیری دے بال کے دیوے گلیاں دل رشنائیاں نیں
غیرت سوں گئی کتھے جا کے
ہر کوئی چڑھیا عشق چبارے

نظم 'میرا پاکستان' سے ایک شعر دیکھیے:

وچ طوفان گواچا یارو میرا پاکستان
ویری نظراں کھا گیاں نیں میرا پاکستان

نذیر احمد نونؔ کا سب سے بڑا فن کارانہ کام ''سی حرفی'' ہے۔ کیوں کہ پنجابی شاعری کی یہ خاص صنف ہے جس میں صوفیا کرام نے وعظ فرمائے اور علم وحکمت کے موتی بکھیرے۔ اس صنفِ ادب میں کوئی بھی پنجابی شاعر لکھتا ہوا نظر نہیں آتا۔ اگر یہ کہا جائے کہ نونؔ نے ایک مری ہوئی صنفِ ادب کو زندہ کیا ہے تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ بابا جاوید حیاتؔ اس بارے میں کہتے ہیں:

''اج دا شاعر نظم، غزل، نعت، حمد، منقبت تے مرثیہ لکھ ریہا اے۔ پر ایہناں ایس کتاب وچ ایک موئی ہوئی صنف نوں جگایا اے۔ جنہوں 'سی حرفی' آکھدے نیں۔'' (۸)

اعظم توقیر نے نونؔ کے ادبی قد کو اس انداز سے ماپنے کی کوشش کی ہے:

''وہ (نونؔ) نثر نگار اور شاعر ہیں۔ انھوں نے کئی موضوعات پر مضامین لکھے اور پھر سیرتِ طیبہ پر ایک کتاب ''حجاب بشریت''، لکھی۔ جسے بہت پذیرائی ملی ہے۔ شاعری کا انھیں بچپن سے شوق ہے۔ وہ اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں۔ سی حرفی ان کی پسندیدہ صنف ہے۔ نظم اور غزل بھی کہتے ہیں، حمد اور نعت بھی لکھتے ہیں۔ ۲۰۰۹ء میں انکا ایک شعری مجموعہ ''پلکاں اُتّے دیوے'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔'' (۹)

اس اقتباس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تمام شاعری میں ملکہ رکھنے کے باوجود نونؔ کو صرف سی حرفی ہی لکھنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ نونؔ کو سی حرفی میں خداداد ملکہ حاصل ہے اور اس نے اس کتاب میں 'الف' سے لے کر 'ے' تک تمام اردو حروفِ تہجی کے لحاظ سے سی حرفی میں اپنا زورِ قلم دکھایا ہے۔ سی حرفی کے دو نمونے دیکھیے:

(الف)

آس نوں وی آہی آس تیری اس آس تے سوہنیا جیوندا ساں
زخم جگر تے بے شمار لگے سوئی صبر دی لے کے سیوندا ساں
متاں ساتھ حیات نہ چھڈ دیوے پیالے آب حیات دے پیوندا ساں
آیا ترس نذیرؔ نہ یار تائیں چرخے ہجر دے نت کتیوندا ساں

(ض)

ضرب عشق وی سہنی مشکل اُڈ جاوندے نیں کئی طور ایتھے
نعرہ ارنی مار بے ہوش موسیٰ کیتا جلویاں چور چور ایتھے
کھل پٹھڑی شمس لہا بیٹھا سولی چڑھ گئے کئی منصور ایتھے
سوکھی کار نئیں عشق نذیرؔ کرنا سڑنا پئے گا عشق تنور ایتھے

نونؔ کی سی حرفی ایسی ہے کہ بار بار پڑھنے اور سر دھننے کو جی کرتا ہے۔طاہر وزیر آبادی نے کہا تھا:

''نذیر احمد نونؔ کے کلام میں سانجھے دکھوں کا تفصیلی منظر نامہ نہایت جاندار اور عام فہم دکھائی دیا۔نونؔ نے اپنے فن کو پوری ایمان داری سے نبھا کر اہلِ درد اور اہلِ ذوق کے دلوں میں اترنے کا منفرد راستہ ہمیشہ کے لیے پختہ کر لیا ہے۔مرکز سے دور بیٹھا یہ سچا اور کھرا فن کار مرکز میں بیٹھے معروف شعرا سے کسی بھی طور کم نہیں۔کہ اس ادبی شہزادے کے ہاں سچ ہی سچ، پیار ہی پیار ہے اور اجتماعی درد رکھنے والا خوبصورت دل بھی۔'' (۱۰)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جس فن کار کے ہاں عشق و مستی اور لب و رخسار کا بیان ہی نہیں بلکہ اپنے حکمرانوں کی چال بازیوں اور اپنی قوم کی بے حسی کا نوحہ بھی ہو۔بے بس کے لیے دلاسہ اور گرے پڑے لوگوں کے لیے سہارا بھی ہو۔مجبور و ناتواں کے لیے حرفِ دعا بھی ہو۔اپنے سماج کے علاوہ پوری دنیا کا درد جس کی تحریروں اور مصرعوں سے ٹپکے وہ شخص کبھی بھی مرکز میں بیٹھے فن کاروں سے کسی بھی قیمت کم نہیں ہوسکتا۔اور یہی بات نونؔ کو ایک بڑا فن کار بناتی ہے۔

کتب استفادہ

۱۔ نونؔ،نذیر احمد،حجابِ بشریت(سیرت النبی ﷺ)، سرپرائز گروپ آف پبلی کیشنز، گوجرانوالہ،۲۰۰۵ء

۲۔ نونؔ،نذیر احمد، پلکاں اُتّے دیوے(پنجابی شاعری)،،اکبرا کیڈمی،لاہور،۲۰۰۹ء

۳۔ نونؔ،نذیر احمد،گُلِ صحرا(اردو؛ پنجابی شاعری)،اکبرلاہوری فاؤنڈیشن،لاہور،۲۰۱۳ء

حوالہ جات

۱۔ نونؔ،نذیر احمد،گُلِ صحرا،اکبرلاہوری فاؤنڈیشن،لاہور،۲۰۱۳ء،ص۶

۲۔ اعظم توقیر،حافظ آباد کا ادبی ورثہ،سیوا پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۰ء،ص۳۵۱

۳۔ نونؔ،نذیر احمد(انٹرویو)ازعثمان غنی رعدؔ، راحیل شہزاد رُوبنی ،حافظ آباد، ۴ جون ۲۰۱۶ء

۴۔ نونؔ،نذیر احمد،گُلِ صحرا،اکبرلاہوری فاؤنڈیشن،لاہور،۲۰۱۳ء،ص ۷

۵۔ نونؔ،نذیر احمد، پلکاں اُتّے دیوے،اکبرا کیڈمی،لاہور،۲۰۰۹ء،ص ۱۰۔۱۱

۶۔ نونؔ،نذیر احمد،حجابِ بشریت،سرپرائز گروپ آف پبلی کیشنز،گوجرانوالہ،۲۰۰۵ء،ص ۹

۷۔ ایضاً ص ۱۰

۸۔ نونؔ،نذیر احمد، پلکاں اُتّے دیوے،اکبرا کیڈمی،لاہور،۲۰۰۹ء،ص۱۴

۹۔ اعظم توقیر،حافظ آباد کا ادبی ورثہ،سیوا پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۰ء،ص ۳۵۲

۱۰۔ نونؔ،نذیر احمد،گُلِ صحرا،اکبرلاہوری فاؤنڈیشن،لاہور،۲۰۱۳ء،ص ۴